اسلام کا تصور عدل

تحریر:- پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب۔ لاہور

اسلام دین فطرت ہے۔ فطرت خواہ انسان سے متعلق ہو یا کائنات سے۔ اس حسن توازن تناسب اور اعتدال کا نقش بہت واضح نمایاں ہے۔ عدل صفات الٰہیہ میں ایک ممتاز صفت ہے۔ جس کا اظہار حیات اور آفرنیش کے تمام تر مظاہر میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کائنات کا مختلف مخلوقات اور مظاہر فطرت' عدل کے باعث موجود و برقرار ہیں۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس باعث اسے عدل کو سمجھنے اور اختیار کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں بھی عدل کا پہلو نمایاں ہے۔ انسان کو اس جہاں رنگ و بو میں جو تمیز اور ارادہ کی قوتیں اور اختیارات بخشے گئے ہیں۔ عدل کا تقاضا ہے کہ اس کائنات کی صفوں کو لپیٹ کر ایک ایسا دن برپا کیا جائے جہاں اور جب انسانی اعمال کی جزا و سزا کا فیصلہ عدل کے ساتھ کیا جاسکے۔

اسلامی شریعت میں عدل کا تصور دو اجزاء سے عبارت ہے۔ ایک یہ کہ بنی نوع انسان کے درمیان مختلف حقوق و رعایات میں توازن و تناسب قائم کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ کسی کو اس کا استحقاق دیا جائے اور اس کے حق کو ادا کرنے کی یقینی صورت پیدا کی جائے۔ اس تصور کا عدل کے بغیر فرد ہو یا معاشرہ یا ریاست' ہلاکت خیز اور سنگین نتائج کا سامنا کرتے ہیں۔

فطرت کا یہ ضابطہ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز تناسب اور توازن اختیار کر کے عدل تکوینی کا مظہر بن جائیگی وہ انسانیت کیلئے رنگارنگ اور متنوع فوائد اور ثمرات پیش کرے گی۔

عدل عربی گرامر کی رو سے مصدر ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں چھبیس مقامات پر بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید میں عدل کو مزید برابری' نیک نیت' قیمت' مرد صالح اور حق و انصاف کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اردو زبان میں عدل کیلئے عموماً انصاف کا لفظ مترادف کے طور استعمال ہوتا ہے۔ جو علمی اور لغوی اعتبار سے چنداں درست نہیں ہے۔ انصاف کے معنی "تنصیف یا نصف نصف کرنے" کے ہیں۔ یوں اس سے مراد حقوق کو محض برابر تقسیم کر دینا ہے۔ لیکن عدل کی قرآنی اصطلاح محض مساویانہ تقسیم حقوق کا نام نہیں ہے۔ کیونکہ مساوات مجرد انداز میں' خلاف فطرت امر ہے۔ حقیقت میں عدل کا تقاضا یہ ہے کہ مساوات کی جائے توازن و تناسب قائم کیا جائے۔ مساوات اگرچہ عدل کی روح میں شامل ہے۔ جیسا کہ مدنی حقوق اور شہری آزادیوں میں یہ تصور موجود ہے۔ مگر جہاں تک والدین اور اولاد کے درمیان معاشرتی مساوات کا تعلق ہے۔ یہ اخلاقاً درست نہیں ہے۔ شریعت کی رو سے عدل کا تقاضا ہے کہ ہر فرد کے قانونی' آئینی تمدنی' سیاسی' معاشرتی اور اخلاقی حقوق کو پوری ذمہ داری اور آخرت کی جوابدہی کے احساس کے ساتھ ادا کیا جائے۔

عدل کی حقیقت کو جاننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کائنات کے تکوینی امور میں اس صفت کا کمال درجہ خیال رکھا ہے۔ اس کائنات کے تمام اجزاء آفرنیش عدل کے باعث برقرار ہیں اور ان کے منافع اور ثمرات بھی تکوینی امور میں عدل کی موجودگی کے باعث میسر ہیں۔ کائنات کے یہ تمام اجزا اور عناصر ایک خاص تناسب اور توازن کے ساتھ موجود ہیں۔ ان اجزاء میں حرکت اور عناصر

خاص تناسب اور توازن کے ساتھ موجود ہیں۔ ان اجزاء میں حرکت اور سکون کا عمل اپنی اپنی جگہ بہت حکمت آموز ہے۔ اس کائنات میں جو کمال درجہ توازن و تناسب دکھائی دیتا ہے۔ اس حقیقت کی طرف قرآن مجید نے مختلف مقامات پر توجہ دلائی ہے۔ سورۃ الملک میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ماتری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصرهل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین

اسلام دنیا کا واحد دین ہے جس نے عورتوں کے شرف کا تحفظ کیا اور بلند ترین مقام عطا کیا اسی طرح معاشرتی عدل میں بیوہ اور یتیموں کے حقوق کی پاسداری کا جو درس دیا گیا ہے وہ بھی قابل توجہ ہے۔

ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر۔" (الملک ۳، ۴)

تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ضابطگی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو۔ کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے۔ باربار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نظر تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔

یہ کائنات عدل تکوینی کا ایک سدا بہار اور زندہ جاوید خزانہ ہے۔ اس جہاں کی ساری نعمتیں عدل تکوینی کے باعث ہیں۔ زمین کے خزانے اور فضا کے انعامات سبھی تناسب و توازن کے باعث ہمیں میسر ہیں۔ اگر اس کائنات، انسانیت اور دوسری مخلوقات اور افزائش و پیدائش کے لئے جنم زار بن جائے۔

فطرت کا یہ مستقل ضابطہ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز تناسب اور توازن اختیار کر کے عدل تکوینی کا مظہر بن جائے گی۔ وہ انسانیت کے لئے رنگارنگ اور متنوع فوائد اور ثمرات پیش کرے گی اور جن اجزائے کائنات میں سے عدل گستری اور توازن و تناسب کا یہ حسن ختم ہو جائے گا۔ وہ انسانیت کے لئے فائدے کی بجائے نقصان کا موجب ہوں گے۔

قرآن مجید میں عدل کی صفت کو قسط اور حسن کے الفاظ کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ آل عمران اور سورۃ ص کی یہ آیات ملاحظہ کیجئے۔

"شھد اللہ انہ لاالہ الا ھو والملئکۃ و اولوالعلم قائما بالقسط لاالہ الا ھو العزیز الحکیم۔" (سورۃ آل عمران ۱۸)

"اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے اور فرشتے سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الوقع کوئی اللہ نہیں۔

دوسری آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو زمین کی خلافت عطا کرتے ہوئے حق و انصاف اور عدل کی تعلیم ان الفاظ میں دی ہے۔

" یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلك عن سبیل اللہ۔" (سورۃ ص ۲٦)

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔

یوں عدل کے تصور کو قرآن مجید میں حق اور قسط کے الفاظ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ آخرت میں اعمال کے لئے جو ترازو لگائی جائے گی۔ اس کو بھی عربی زبان میں قسطاس کہتے ہیں۔ بعض انبیاء کے ساتھ جن فرائض اور ذمہ داریوں کو وابستہ رکھا گیا ہے۔ ان میں بھی عدل کا قیام بنیادی امور میں شامل ہے۔ سورۃ شوریٰ میں پیغمبر آخرالزماں کو فرائض نبوت کے سلسلے میں یوں خطاب کیا گیا ہے۔

" قل امنت بما انزل اللہ من کتاب وامرت لا عدل بینکم اللہ ربنا وربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لاحجة بیننا بینکم اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر۔"

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور تمہارا رب بھی، ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ایک روز ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ (سورۃ شوریٰ ۱۵)

سورۃ شوریٰ کی اس آیت میں نظام عدل کے ساتھ قیام عدل کی بات کی گئی ہے۔ یہاں حضور ﷺ کو ایک قاضی اور جج کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور آپ کو ضوابط شریعت کے مطابق عدل قائم کرنے کا فریضہ سونپا جارہا ہے۔ وقائع سیرت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے مکی زندگی میں عقائد میں عدل کرنے کی تلقین کی اور پھر مدنی زندگی میں جب ابتداء چار مربع میل کی اسلامی ریاست وجود میں آگئی تو اس میں قیام حق اور نفاذ عدل کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں تا آنکہ اسلامی ریاست کا رقبہ آپ کی حیات طیبہ میں بارہ لاکھ مربع میل تک پھیل گیا۔ اس وسیع سلطنت میں آپ کے قیام عدل کی ذمہ داریوں کے لئے بعض دوسرے صحابہ کرامؓ کو بھی امور عدل اور فرائض انصاف تفویض کیے اور یوں ان حضرات کے فیصلوں کے بعد آپ کی حیثیت ایک اپیلٹ کورٹ کی اختیار کر گئی۔

حضور سرور کائنات نے عدل کے قیام میں سب لوگوں کے ساتھ یک نیت کا اسلوب اختیار فرمایا اور بیگانوں کے درمیان تفریق کو ختم کردیا۔ انصاف میں عربی عجمی اور گورے کالے امیر غریب اعلیٰ ادنیٰ نسب کے تمام تر تعصبات کو ختم کردیا۔ یوں عدل کے قیام میں دنیا کے سامنے نئے نظائر اور جدید شواہد سامنے آئے۔ جن سے انسانیت اس سے قبل محروم تصور کی جاتی تھی۔

مکی زندگی میں اگرچہ نفاذ عدل کے تقاضے موجود نہ تھے۔ مگر دین حق کی پیشکش میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا۔ یہ دعوت سب کے لئے یکساں تھی۔ اس کی قبولیت کے لئے حلال تھا تو سب کے لئے' حرام تھا اس تو سب کے لئے حرام تھا۔ شریعت کے ضابطے رنگ و نسل' علاقہ اور زبان کے تصورات سے ماورا تھے اور سب کے لئے یکساں لائق تعمیل تھے۔ پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے پوری دنیا میں عدل قائم کرنے کی دعوت دی۔ لوگوں کے درمیان انصاف کرنے کی نہ صرف دعوت دی بلکہ قیام امن کی تمام صورتوں کو بروئے کار لائے اور مختلف طبقات کے درمیان پائی جانے والی بے اعتدالیوں کا مداوا کیا۔ بچوں' عورتوں' ضعیفوں' غلاموں' مزدوروں حتی کہ جانوروں' درختوں اور فصلوں تک کے ساتھ حق و انصاف کی ایک اصولی تعلیم دی گئی ہے۔ دوست تو کجا' دشمن کے ساتھ بھی انصاف کا رویہ اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی۔

اسلامی شریعت میں عدل کی اہمیت قرآنی آیات اور اسوہ رسول سے واضح ہو جاتی ہے۔ عدل چونکہ صفات الٰہیہ میں شامل ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے اسے اپنی کائنات اور اپنی سرزمین پر قائم کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ سورۃ النحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔"
(سورۃ النحل ۹۰)

اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور برائی بے حیائی اور ظلم زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔

عدل اجتماعی

شریعت الٰہیہ میں عدل کا کیا مقام ہے؟ اس کے قیام پر کس درجہ توجہ دی گئی ہے؟ فرائض نبوت میں اسے کیونکر شامل کیا گیا ہے۔ نیز عام مسلمانوں کی روش اختیار کرنے کی تعلیم کیوں دی گئی ہے؟ ان سب امور پر ہمیں بھرپور توجہ دینی چاہیے۔ عدل کا ہماری عملی زندگی سے ایک گہرا تعلق ہے۔ لیکن انفرادی دائرے سے آگے بڑھ کر اسلام ہمیں عدل اجتماعی کو اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یوں عدل انفرادی زندگی کو متاثر کرنے کے بعد دینی اجتماعی شکل میں معاشرتی' معاشی' قانونی اور سیاسی پہلوؤں کو متاثر کرتا ہے۔ اسلام پہلی صدی کے آخر تک تین براعظموں کو مسخر کر چکا تھا۔ یہ اعجاز آفرینی اسلام کے عادلانہ پیغام کے باعث ہے۔ اسلام نے دنیا کی دوسری اقوام کو جس تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنے اندر سمولیا' یہ تاریخ ساز پہلو اسلام کے عدل اجتماعی کے باعث ہے۔ اسلام اور دین شریعت کی عادلانہ روش نے اس نظام زندگی کے تمام تر روشن امکانات کو اہل دنیا کے سامنے واضح کیا اور انہوں نے جوق در جوق اسے تسلیم کرلیا۔ اسلام

دین و شریعت کا علم رکھنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اسلام انفرادی تربیت کے نتیجے میں ایک اجتماعی ماحول کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تمام عبادات کا مزاج اجتماعیت پسندانہ ہے۔

کے اس عادلانہ پہلو کی تعریف میں سینکڑوں مستشرقین اور یورپی اہل علم رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں۔ آیئے ہم عدل کے انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، سیاسی، معاشی اور قانونی پہلوؤں کا بالتفصیل جائزہ لیں۔

جہاں تک انفرادی عدل کا تعلق ہے۔ اسلام نے ایک فرد کے لئے حقوق و فرائض کا ایک دائرہ کھینچ دیا ہے۔ اسے حلال و حرام کی واضح تمیز عطا کر دی گئی ہے۔ اسے ظلم، شرک، بددیانتی، بدعہدی، بدکرداری، دھوکہ بازی، دجل، فریب اور اخلاق فاسدہ کے تمام پہلوؤں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ پیدائش سے موت تک ایک مسلمان کو معاشرے کے مختلف اداروں اور معاملات سے تعلق استوار کرنا ہوتا ہے۔ شریعت نے ایک فرد کی حیثیت سے ہر جگہ اسے عدل اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔

قرآن مجید نے سورۃ مائدہ میں عدل کے اسی پہلو کو متعارف کراتے ہوئے ہمیں تلقین کی ہے۔

" یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی ان اللہ خبیر بما تعملون۔"

(سورۃ مائدہ ۸)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے ہو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہی خدا ترسی سے زیادہ مناسب رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

پھر ایک دوسرے مقام پر قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا۔

" قل امر ربی بالقسط۔"

(الاعراف ۲۱)

کہہ دو میرے پروردگار نے (مجھے) انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔

قسط کا لفظ بھی عدل ہی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں عدل کی اس مترادف اصطلاح کو ۲۲ مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مومنوں کی صفات میں عدل گستری کو ایک اہم مقام دیا ہے۔ سورۃ اعراف ہی میں بیان ہوا ہے۔

" وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون۔" (الاعراف)

اور ہماری مخلوق میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اس کے مطابق انصاف بھی کرتے ہیں۔

دین و شریعت کا علم رکھنے والے اس حقیقت سے خوبی آگاہ ہیں کہ اسلام انفرادی تربیت کے نتیجے میں ایک اجتماعی ماحول کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ تمام عبادات کا مزاج اجتماعیت پسندانہ ہے۔ مسجد مکتب اور معاشرہ بھی اجتماعی ادارے ہیں۔ عدل اجتماعی کا تقاضا ہے کہ یہ عدل کے عالمگیر پہلو کو سامنے لائیں۔ عدل کا عمل فرد، خاندان، معاشرہ اور ریاست کے تمام اداروں کے ساتھ متعلق ہے۔ حقوق الاولاد حقوق والدین، حقوق الزوجین، ہمسائے کے حقوق، وراثت کے حقوق، بنیادی حقوق حتی کہ نفس کے حقوق سے لے کر عالمی حقوق تک کے ہر مرحلے کیلئے شریعت کی ترجمانی ہمارے سامنے ہے۔ جنگ و جہاد میں اسلام نے مفتوحین کے حقوق کو کس شان کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ میثاق مدینہ میں ایک اسلامی ریاست کی حد میں بسنے والے مختلف مذاہب اور ملتوں کے افراد کے حقوق کو بھی تحفظ دیا گیا ہے۔

معاشرتی عدل کے نمونے تاریخ اسلام کا انمول سرمایہ ہیں عدل کا یہی وہ پہلو ہے جس نے غلاموں کو آقائوں کے برابر ہی نہیں بلکہ انکی قیادت میں کام کرنیکا عظیم درس دیا ہے۔

اسلام نے عدل اجتماعی میں معاشرتی حقوق کو بہت نمایاں مقام دیا ہے۔ نام و نسب کے حوالے سے دنیا میں بہت سے فتنے موجود ہیں۔ قرآن مجید نے انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے ہر قسم کے معاشی امتیاز اور جاہلیت کی جڑ کاٹ دی ہے۔ وحدت آدم کا درس سورۃ النساء کی پہلی آیات میں یوں دیا گیا ہے۔

" یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی

ـساء لون به ولارحام ان الله كان عليكم رقيبا۔" (سورۃ النساء)

لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورتوں دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس خدا سے ڈرو! جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

انسانی معاشرت میں رنگ و نسل کے امتیازات کے باعث بے انصافی کو فروغ ملتا ہے۔ قرآن مجید نے سورۃ الحجرات میں افراد کے امتیازات کو رنگ و نسل کی بجائے عبادت و تقویٰ سے جوڑ دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" یایھاالناس ان خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔" (سورۃ الحجرات ۱۳)

اے انسانو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری مختلف قومیں اور خاندان بنائے تاکہ ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

معاشرتی عدل کی اہمیت کا اندازہ ہمیں خطبہ حجۃ الوداع کے اس حصے سے بھی ہوتا ہے۔ جس میں حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے بنایا گیا۔ نسب قابل فخر بات نہیں۔ کسی عربی کو عجمی اور عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

معاشرتی عدل کے نمونے تاریخ اسلام کا انمول سرمایہ ہیں۔ عدل کا یہی وہ پہلو ہے۔ جس نے غلاموں کو آقاؤں کے برابر ہی نہیں ان کی قیادت میں کام کرنے کا عظیم درس دیا ہے۔ بالتخصیص عورتوں کو اسلام جو حقوق دیئے۔ وہ معاشرتی عدل کا سب سے عظیم پہلو ہے۔ اسلام' دنیا کا واحد دین ہے جس نے عورت کے شرف کا تحفظ کیا اور بلند ترین مقام سے نوازا ہے۔ اسی طرح معاشرتی عدل میں بیوہ اور یتیموں کے حقوق کی پاسداری کا جو درس دیا گیا ہے۔ وہ بھی قابل توجہ ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک اجتماعی نظام میں پرو کر ان کا ایک معاشرہ اور ان کی ایک ریاست قائم کرنا چاہتا ہے۔ مدینہ کی ریاست عدل اجتماعی کا پہلا گہوارہ ہے۔ اسلامی

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک اجتماعی عدل میں پرکران کا ایک معاشرہ اور انکی ایک ریاست قائم کرنا چاہتا ہے مدینہ کی ریاست عدل اجتماعی کا پہلا گہوارہ ہے۔

ریاست میں اگر سیاسی عدل کو قائم کیا جائے تو اس کے نتیجے میں افراد کو اور اداروں کو ہر نوعیت کے ظلم سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے۔ ریاست ایک قوت کا نام ہے۔ جس کے زیر سایہ مختلف افراد اور ادارے عدل سے کام لیتے ہیں اور ریاست کا ہر قسم کے ظلم اور جبر کا دفاع کرتی ہے۔ سیاسی عدل کے حوالے سے ریاست افراد کو انتظامی اداروں کے ظلم سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔ اگر سیاسی عدل کو برقرار نہ رکھا جائے تو معاشرے اور ریاست کا وجود معرض خطر میں آجاتا ہے۔ کنزالعمال کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو انتظام کی اہمیت سے باخبر کرتے ہوئے فرمایا۔

اے ابوذرؓ! تم کمزور آدمی ہو اور حکومت کا منصب ایک امانت ہے۔ یہ منصب قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگا۔ بجز اس شخص یا عہدہ دار کے جس نے اپنے عہدے کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہوگی اور خود پر عائد شدہ ذمہ داری کو کماحقہ ادا کیا ہوگا۔

تاریخ اسلام میں خلافت راشدہ سیاسی عدل کی بہترین مثال ہے۔

معاشی عدل

عدل کی مختلف اقسام اور نوعیتوں میں ایک نازک تر پہلو معاشی عدل کا ہے۔ آج پوری دنیا معاشی لوٹ' کھسوٹ' سود' ذخیرہ اندوزی' نفع خوری اور اسراف و تبذیر کے شکنجوں میں جکڑی نظر آتی ہے۔ اسلام معاشی ظلم کی ہر شکل کو مٹانا چاہتا ہے اور معاشی لحاظ سے ایک عادلانہ معاشرے کا تمنائی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ البقرۃ میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی

ہے۔

"ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔"(سورۃ البقرۃ۱۸۸)

اور آپس میں ایک دوسرے کے اموال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لئے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے معاشی عدل کے لحاظ سے یتیموں کے اموال کے بارے میں احتیاط رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ کم تولنے والوں کے لئے تباہی کا ذکر کیا ہے۔ اسراف اور تبذیر سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ مال و دولت پر سانپ بن کر بیٹھنے اور ارتکاز دولت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ یوں اسلام معاشی عدل کے ایک ایسے پہلو کو پیش کرتا ہے جس سے اسلامی معاشرہ ہر قسم کی لوٹ کھسوٹ سے اور معاشی ناہمواریوں کی تباہ کاریوں سے محفوظ ہوتا ہے۔

قانونی عدل

عدل کی سب سے اہم نوعیت قانونی عدل ہے۔ شریعت معاشرے میں ہر نوعیت کے ظلم اور حق تلفی کا ازالہ کرتی ہے۔ اسلام' کسی فرد/ادارے یا ریاست تک کو بھی اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی کی حق تلفی کرے یا ناحق مال ہڑپ کرے یا کسی کی عزت نفس کو مجروح کرے۔ شریعت ہر فرد کے جان و مال اور مسلمہ بنیادی حقوق کی حفاظت کرتی ہے۔ لیکن بعض وہ حقوق بھی فرد کو عطا کرتی ہے جن کا تصور آج کے جدید اور مہذب معاشرے میں موجود نہیں۔ اسی لئے سورۃ النساء میں حکم دیا گیا۔

"واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔"(النساء ۵۸)

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ کرو۔

اسلام نے عدل وانصاف کے ضوابط متعین کر دیے ہیں۔ حدود کا نظام واضح اور تعزیرات کو جرائم کی نوعیت کے مطابق اختیار کرنے کے مطابق اختیار کرنے کی حدود بتادی ہیں۔ یہی باعث (وجہ) ہے کہ جس معاشرے میں اسلامی قوانین کا اطلاق اور نفاذ ہوتا ہے۔ وہاں بدامنی ظلم اور لوٹ کھسوٹ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ فرد کے جان و مال اور عزت و ناموس کو تحفظ ملتا ہے۔ ہر فرد کی معاشی کفالت کی ذمہ دار ریاست ہے۔

اسلامی قانون میں حلال و حرام واضح اور حدود تعزیرات متعین ہیں۔ مگر انفرادی اجتماعی' معاشرتی' سیاسی' معاشی اور قانونی عدل اسی وقت قائم ہو سکتا ہے۔ جبکہ اسلامی ریاست اپنے تمام اداروں سمیت قائم ہو۔ احتساب کا عمل پختہ ہو اور مناصب پر خداترس' مستحق اور ایماندار لوگ فائز ہوں۔ یہی باعث ہے کہ قرآن نے ہمیں حکم دیا ہے۔

"ان الله یامرکم ان تودوا الامانات الی اهلها و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔"
(سورۃ النساء ۵۸)

مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

قیام عدل کے بغیر شرف انسانی کا تحفظ ممکن نہیں۔ اس کے لئے انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر کوششیں ہونا چاہئے۔ اگر وحی الٰہی کے مطابق عدل گستری نہ کی جائے تو یہ مشرکانہ' فاسقانہ اور کافرانہ طرز عمل ہے۔ قیام عدل کے بغیر امن ممکن نہیں جو ایک مہذب ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ تاریخ انسانی' خلافت علی منہاج النبوۃ سے بہتر عادلانہ معاشرے کی آج تک کوئی دوسری مثال پیش نہیں کر سکی۔ جس کی پیروی میں تاریخ اسلام نے ہر دور میں عدل کی روشن' حکمت آموز اور بصیرت افروز مثالیں قائم کی ہیں۔

بقیہ:- خفیہ منصوبوں کی کہانی

ٹھائیں جیسے ہم نے تسلیم کیا تھا۔ انشاء اللہ وہ بھی قبول کریں گے۔ تاہم ہر دلیل کے ساتھ یہ بات ضرور آنی چاہئے کہ ہمیں جو بھی کام کرنا ہے صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے کرنا ہے۔ مثلاً ہم جانتے ہیں کہ ہم سور کا گوشت نہیں کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے کا قرآن میں حکم دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سور کے گوشت سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ضرورت ہے کہ یہ باتیں بچوں کو بتائی جائیں۔ جوں جوں وہ بڑے ہوں گے تو ان کی فہم و فراست بھی بڑھے گی۔ اس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے ساتھ ان احکام کی حکمت اور نفع و نقصان بھی سمجھانا ہوگا۔ سور کے گوشت سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے انہیں آگاہ کریں۔